

## سرکاری تحائف

نریندر مودی 2014ء میں پہلی مرتبہ ہندوستان کا وزیر اعظم بنا۔ تقسیم برصغیر کے بعد پیدا ہونے والا انڈیا کا پہلا وزیر اعظم ہے۔ حد درجہ غریب خاندان سے تعلق رکھنے والے مودی نے آٹھ برس کی عمر میں آرائس ایس میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔ اندرا گاندھی کی ایمر جنسی کے دور میں مودی نے حد درجہ تکالیف کا سامنا کیا۔ گرفتاری، روز ٹھکانے بدلنا، قتل ہونے کا خوف اور اس طرح کے تمام مصائب سے گزرتا رہا۔ 1985ء میں مودی نے آرائس ایس کے حکم پر بی جے پی میں شمولیت اختیار کی۔ ذہن نشین رہنا چاہیے کہ بے جی پی دراصل آرائس ایس کا سیاسی چہرہ ہے۔ نریندر مودی نے گجرات کی وزارت اعلیٰ سے دہلی تک کا سفر حد درجہ سیاسی کامیابی سے طے کیا۔ ان تمام نکات میں کوئی بھی ایسی چیز نہیں جو آپ کو معلوم نہ ہو۔ سیاست کا سفر حد درجہ مشکل ہوتا ہے۔ ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ انڈیا میں سیاست اور اقتدار کا سفر نیچے سے اوپر کی طرف جاتا ہے۔ جید سیاست دانوں کی اکثریت حد درجہ چٹائی سطح سے اپنا سیاسی کیریئر شروع کرتی ہے۔ پھر کڑی ترین تربیت کے بعد بالائی حد کو عبور کرتی ہے۔ یہ معاملہ ہمارے ملک سے مکمل طور پر متضاد اور الٹ ہے۔ ہمارے تمام سیاست دان بلکہ حکمران، پیراشوٹ باندھ کر کرسی پر براجمان ہوتے یا کروائے جاتے ہیں۔ سیاسی سفر حد درجہ اونچائی سے شروع ہوتا ہے۔ چنانچہ ان حکمرانوں کو عوامی سطح کا کوئی تجربہ نہیں ہوتا۔ یہ معاملہ ان سے ہر وہ غلطی کرواتا ہے جس سے کوئی بھی عملی سیاست دان برباد ہو سکتا ہے۔ مگر ہمارے ہاں ریاستی ادارے ہی تمام فیصلے کرتے ہیں۔ انہی کی سیاسی آبیاری سے سیب کے درخت سے انار اترتے ہیں۔ اور تربوز کی بیل سے کھجور برآمد ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمسایہ ملک میں سیاست کے خدو خال اور سیاست دانوں کی ذاتی زندگی ہمارے حکمرانوں سے بہت زیادہ مختلف ہے۔

بات ہندوستان کے موجودہ وزیر اعظم کی ہو رہی تھی۔ نریندر مودی اس وقت دنیا کے طاقت ور ترین انسانوں کی فہرست میں آتا ہے۔ مغربی دنیا کے صدور اور وزراء اعظم اس کے ذاتی دوست ہیں۔ امریکی صدر اور وہ ایک دوسرے کو سفارتی معاملات سے بالائے طاق ہو کر ذاتی نام سے پکارتے ہیں۔ اس کی موجودگی میں ہندوستان نے معاشی، سفارتی اور عسکری سطح پر قیامت خیز ترقی کی ہے۔ پورے ہندوستان بلکہ دنیا کے کسی بھی ملک میں نریندر مودی کا ایک مرلہ کا بھی پلاٹ، قطعہ یا گھر نہیں ہے۔ گاندھی نگر میں اس کی معمولی سی آبائی زمین تھی جس میں اس کا قانونی حصہ پچیس فیصد تھا۔ مودی نے اقتدار میں آنے کے بعد اپنا آبائی حصہ بھی خیرات کر دیا۔ دسمبر 2022ء میں دنیا کے طاقتور حکمران کے ذاتی اثاثے حد درجہ کم ہیں۔ بینک میں صرف پینتیس ہزار دو سو پچاس روپے موجود ہیں۔ پوسٹ آفس اکاؤنٹ میں نو لاکھ روپے پڑے ہیں۔ بیمہ پالیسی صرف ایک لاکھ پچاس ہزار روپے پر مشتمل ہے۔ مودی کے پاس کسی کمپنی یا تجارتی ادارے کے حصص موجود نہیں ہیں۔ کوئی ذاتی گاڑی نہیں ہے۔ مودی کو انگوٹھیوں کا شوق ہے۔ اس کے پاس چار سونے کی انگوٹھیاں ہیں۔ جن کی مجموعی قیمت ایک لاکھ تہتر ہزار روپے ہے۔ پوری زندگی کی جمع پونجی دو کروڑ روپوں کے قریب ہے۔ جو اس نے آرائس ایس کو دان کر ڈالی ہے۔ کہنا یہ چاہتا ہوں کہ ہمسایہ ملک کے وزیر اعظم کے مالی اثاثے ہمارے ملک کے ایک کامیاب کونسلر سے بھی کمتر ہیں۔ ہمارے موجودہ یا سابقہ وزراء اعظم یا وزراء اعلیٰ کے مقابلے میں تو خیر مودی فقیر کے برابر ہے۔ یاد رہے کہ میں ہندوستانی وزیر اعظم کی سیاسی پالیسیوں کا قطعاً ذکر نہیں کر رہا۔ صرف یہ بتا رہا ہوں کہ وہ مالی آلائشوں سے بالاتر ہو کر اپنے ملک کو حد درجہ ترقی کی جانب لے جانے میں کامیاب ہو چکا ہے۔

2014ء سے لے کر 2022ء تک بطور وزیر اعظم، مودی نے دنیا کے مختلف ممالک کے ان گنت سرکاری دورے کیے ہیں۔ وہاں اسے اربوں روپے کے تحائف دیے گئے ہیں۔ یہ عام سامعہ ہے۔ اقتصادی طور پر مضبوط ملک ایک دوسرے کے سربراہان کو خیرہ کن حد تک قیمتی تحائف دیتے ہیں۔ وہاں بھی ایک نہ ایک توشہ خانہ موجود ہے۔ اس کا نام شاید توشہ خانہ نہ ہو۔ مگر بہر حال سرکاری تحائف کو محفوظ رکھنے کی مناسب جگہ تو موجود ہے۔ آپ کو شاید یقین نہ آئے۔ وزیر اعظم ہندوستان یعنی نریندر مودی نے اپنی ذات کو ملنے والے تمام تحائف کی فہرست بنوائی۔ ان کو وزیر اعظم کی ویب سائٹ پر شائع کیا۔ ان کی ”آن لائن نیلامی“ کا حکم صادر کر دیا۔ یہ صرف دکھانا نہیں تھا۔ نیلامی ہوئی۔ بیش قیمت تحائف کی تعداد ایک ہزار دو سو بائیس تھی۔ نیلام عام سے جتنی رقم بھی وصول ہوئی وہ لنگا دریا کو صاف کرنے والے پروگرام کے لئے وقف کر دی گئی۔ دریا کی صفائی کے اس پروگرام کا نام ”نیلامی لنگا“ ہے۔ نیلام ہونے والے تحائف میں ہر طرح اور قسم کی قیمتی اشیاء موجود تھیں۔ یہاں یہ عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ انڈیا کے وزیر اعظم کو ملنے والے سرکاری تحائف پاکستانی حکمرانوں سے بہر حال زیادہ قیمتی تھے اور ہونے بھی چاہیے۔ کیونکہ اقتصادی طور پر ہندوستان ہر صورت میں ہمارے ملک سے برتر ہے۔ کوئی شک نہیں کہ انسان بنیادی طور پر لالچ سے مبرا نہیں ہے۔ صرف انبیاء علیہم السلام اور صالحین لالچ کی انسانی جبلت سے بالاتر ہوتے ہیں۔ باقی تمام فانی انسان کسی نہ کسی طور پر مالی فائدے سے جڑے ہوتے ہیں۔ جن جن ممالک نے ترقی کی ہے یا ترقی کرنے میں سنجیدہ ہیں انہوں نے اپنے حکمران طبقے کی اس جبلت کو ملکی اور اخلاقی قوانین کے تابع کر ڈالا ہے۔ اول تو ان ملکوں میں ایسے قوانین موجود ہیں کہ حکمران چاہتے ہوئے بھی سرکاری تحفوں میں خورد برد نہیں کر سکتا۔ اس سے بھی اوپر اخلاقیات کا وہ قوی جال ہے جو حکمرانوں کو ہر دم اپنی پلیٹ میں رکھتا ہے۔ امریکی برطانوی جرمنی فرانسسی اور دیگر مغربی ممالک کے صدور اور وزراء اعظم اپنے اپنے توشہ خانوں سے چاول کے ایک دانے کے برابر کے تحائف کی چوری یا غلط استعمال نہیں کر سکتے۔ امریکی صدور سے زیادہ کسی اور حکمران کو کیا ملتا ہوگا۔ مگر وہ تو تمام کی تمام اشیاء کو سرکاری خزانے میں جمع کروا کر شادا پنے گھروں کو واپس چلے جاتے ہیں۔ کسی بھی ندامت کے بغیر اپنی سفید پوشی کو قائم رکھتے ہیں۔ مگر ہمارے حکمران وہی کچھ کرتے ہیں جو ایک لالچ میں لتھڑا ادنیٰ انسان کرتا ہے یا اسے کرنا چاہیے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جب ہمارے سیاسی اور غیر سیاسی حکمران غیر ملکی دوروں پر جاتے ہیں تو کیا ملنے والے سرکاری تحائف کی درست فہرست واقعی بنتی ہے؟ اس کا جواب نفی میں ہے۔ پہلی چوری تو یہ ہے کہ قیمتی تحفوں کا اندراج ہی پورا نہیں کیا جاتا۔ وجہ بالکل سادہ سی ہے۔ جب کوئی چیز ریکارڈ پر ہی نہیں ہو گی تو اس کی ”چوری“ ہو ہی نہیں سکتی۔ یعنی خورد برد کرنے کا بھی کوئی پکا ثبوت نہیں ہوگا۔ آپ کو شاید یقین نہ آئے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ سرکاری بابو آسمان سر پر اٹھالیں اور فرمائیں کہ صاحب ہم تو ہر تحفہ کا اندراج حد درجہ جانفشانی سے کرتے ہیں۔ پر نہیں صاحب آپ کو سن کر حیرت ہوگی کہ تحفوں کا سرکاری اندراج بھی مرضی کے مطابق کیا جاتا ہے۔ صرف صاحب ہی نہیں۔ بیگم صاحبہ کی پسند اور ناپسندیدگی بھی اس فہرست کی بنیاد بنتی ہے۔ چلیے۔ اب تحائف شوشہ خانہ معاف فرمائیے۔ توشہ خانہ میں آگئے۔ ان کی قیمت کا تعین کرنے کا طریقہ بھی اس قدر جعلی، ناقص اور شرمناک ہے کہ خدا کی پناہ۔ کروڑوں روپے کی اشیاء آپ کو کوڑیوں کے مول مل سکتی ہیں۔ چند بابو مل بیٹھ کر فیصلہ کرتے ہیں کہ جناب ہیروں کے اس قلم گھڑی یا کف لنک کے دام کتنے ہونگے۔ قیمت کو مقرر کرنے کا یہ ابتر طریقہ کسی بھی مہذب ملک میں رائج نہیں ہے۔ یہاں بتاتا چلوں کہ صرف حکمران ہی اس ”شفاف کرپشن“ کا حصہ نہیں۔ سرکاری بابو بھی اس میں اپنا حصہ بخوبی وصول کرتے ہیں۔ جاپانیوں اور چینیوں نے تو اس فتنج حرکت کو ہمارے حکمران خاندانوں کے لئے حد درجہ آسان کر دیا ہے۔ وہ خود ہی قیمتی تحفے، کسی بھی اندراج کے بغیر ہمیں عطا فرمادیتے ہیں۔ اور ہم ہیں کہ شکر یہ کے ساتھ وصول بھی کر لیتے ہیں۔

ملک میں ہر طرف اتنا بگاڑ ہے کہ ”توشہ خانے“ پر کیا وقت ضائع کرنا۔ مگر پھر بھی عرض کروں گا کہ ذرا گزشتہ پچاس ساٹھ برس میں ہمارے سیاسی اور غیر سیاسی صدور اور وزراء اعظم کو ملنے والے سرکاری تحفوں کی فہرست بنوا لیجئے۔ آپ کا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ہر حکمران اور اس کے بیوی بچوں نے سرکاری تحائف پر مرضی کا ڈاکہ ڈالا ہے۔ اور اطمینان سے گھروں میں واپس ”عزت“ سے تشریف لے گئے ہیں۔ نریندر مودی تو بیچارہ بے وقوف ہے کہ اس نے اپنے تمام تحائف نیلام کروا دیے۔ اس کی تربیت شاید غلط ہو گئی ہے۔ اسے فوراً پاکستانی اتالیق کی ضرورت ہے جو اسے چوری کا فن سکھا دے؟